

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء پس منظر، پیش منظر

قیام پاکستان کے فوراً بعد قادیانیوں نے اپنے سیاسی اثر رسوخ کے ذریعے اپنی تبلیغی مہمات کو پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ تیز تر کر دیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں جو قادیانی العقیدہ تھے ان کے ذریعے قادیانیت سرکاری سائے میں پروان چڑھنے لگی۔ ربوہ میں ایک مستقل شہر بنانے کے لئے قادیانیوں کو کوڑیوں کے بھاؤ جگہ مل چکی تھی۔ مگر انہیں سرکار، خصوصاً وزارت خارجہ کی سرپرستی کا کچھ اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ اپنا ایک الگ صوبہ بنانے کا خیال کرنے لگے اور بلوچستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں مرزا بشیر الدین نے کونٹہ میں اس انداز کا خطبہ دیا کہ

”میں جانتا ہوں کہ صوبہ بلوچستان ہمارے ہاتھوں سے نہیں نکل سکتا یہ ہماری شکار گاہ ہوگا، دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ نہیں چھین سکتیں۔“

مرزا غلام احمد کی ذریت الہا غایا اپنے سیاسی اثر، برطانوی سامراج کی مکمل سرپرستی دولت کی فروانی، وسائل اور ملازمتوں کے ہتھیار لے کر پڑھے لکھے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان ضائع کرنے کے لئے میدان میں اترے۔ رسول اللہ ﷺ کی ختم المرسلین پر ایمان کے ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ ملک میں اہم سرکاری مناصب اور عہدے قادیانیوں کے زیر تصرف آنے لگے۔ جہاں قادیانی افسر اپنے سرکاری عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ماتحتوں، عملے کے ارکان کو قادیانیت کی تبلیغ، ترغیب، اور ترویج دھولے کے انداز میں کرنے لگے۔ آرمی کا شعبہ ان کی خاص شکار گاہ تھا۔

۱۹۵۰ء کے الیکشن میں مسلم لیگ نے اپنی ناقصیت اندیشی سے چھے مرزائیوں کو گٹھ دیدئے۔ جس پر دینی حلقوں نے شدید احتجاج کیا خود مسلم لیگ میں اندرونی طور پر بڑی لے دے ہوئی۔ سر ظفر اللہ خاں قادیانی جو تب وزیر خارجہ کی حیثیت سے اہم عہدے پر براجمان تھے ان کی سرگرمیاں نوزائیدہ مملکت پاکستان کی تعمیر و ترقی کی بجائے برطانیہ کے خود کاشتہ پودے کو تناور بنانے تک محدود تھیں۔

یہ تمام حالات مجلس احرار کی نظر میں تھے۔ احرار..... جنہوں نے قیام پاکستان کو کھلے دل سے نہ صرف تسلیم کر لیا تھا بلکہ اس کی تعمیر و ترقی، اور فلاح و بہبود کے لئے ہر دم مصروف عمل رہنے کا عزم کیا تھا۔ سیاسی میدان مسلم لیگ کے لئے علیحدہ چھوڑ دیا اور اپنی تمام تر توجہ تبلیغی سرگرمیوں کی طرف مرکوز کر دی، ان کے لئے یہ تمام حالات سوہانِ روح تھے۔ مرزائی امیدواروں کی کامیابی کی شکل میں آئندہ پاکستان کا جو نقشہ بننا تھا وہ کسی بھی صاحبِ بصیرت انسان کو لرزادینے کے لئے کافی تھا۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مرزائی امیدواروں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ احرار نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں اس کے لئے زبردست

حکمت عملی تیار کی، مرزائی امیدواروں کے مقابلہ میں مسلمان مسلم لگی امیدواروں کو کھڑا کیا۔ اپنے مبلغین کو ان حلقوں کے دوروں پر لگا دیا تاکہ عوام الناس کو عقیدہ ختم نبوت کا علم ہو ان میں اس عقیدے کے تحفظ کا احساس پیدا ہو اور وہ مرزائی امیدواروں کو ووٹ دینے سے باز رہیں۔ چنانچہ احرار کی بے پناہ مساعی سے تمام مرزائی شکست کھا گئے، بلکہ تو اپنی ضمانت بھی ضبط کرا بیٹھے۔

اس شکست کے بعد مرزائیوں نے انڈر گراؤنڈ موومنٹ شروع کر دی۔ آرمی کو انہوں نے خاص طور پر اپنا ہدف بنایا۔ بہت سے قادیانی ملک دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین وغیرہ ہم اور ہر محب وطن آدمی کے لئے یہ سرگرمیاں پریشانی کا باعث تھیں۔ مرکزی شوری مجلس احرار کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے تمام دینی جماعتوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی جانب سے تمام جماعتوں کو ایک دعوت نامہ جاری کیا گیا جس پر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے بھی دستخط تھے۔ اس اجلاس میں جمیعت علماء اسلام، جمیعت علماء پاکستان، جماعت اسلامی، تنظیم اہلسنت، جمیعت اہل سنت، جمیعت اہل حدیث، مؤتمر اہل حدیث پنجاب، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، جمیعت العربیہ، جمیعت الفلاح، وغیرہ شامل تھیں جبکہ مجلس احرار اسلام اور مجلس کا شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت داعی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ملک کے تمام جید علماء و مشائخ نے شرکت کی، اور مجلس عمل کا قیام ہوا۔ اجلاس میں چار مطالبات حکومت سے کئے گئے۔

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ چودھری سر ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کر دیا جائے۔

۳۔ تمام کلیدی عہدوں سے مرزائیوں کو ہٹایا جائے۔

۴۔ ربوہ کی زمین کا مرزائیوں کے نام پٹنامسوخ کر کے وہاں مہاجرین کو آباد کیا جائے۔

ان مطالبات کے حق میں ملک کے مختلف حصوں میں جلسے منعقد ہونے لگے۔ انہی مطالبات کو لے کر مجلس عمل کے رہنماؤں کے وفد ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین کی قیادت میں دو تین مرتبہ وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے ملے۔ مگر خواجہ ناظم الدین نے اندرونی دباؤ اور بیرونی طاقتوں کے کھنسنے پر مطالبات کو یکسر مسترد کر دیا۔ بعد میں خواجہ صاحب نے تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کو بیان دیتے ہوئے اس بات کا انکشاف کیا کہ امریکی وزیر خارجہ نے پاکستان کو یہ تاثر دیا تھا کہ چودھری ظفر اللہ خاں کو خوش نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ گندم کامیا کرنا مشکل ہو جائیگا جس کی پاکستان کو اس وقت سخت ضرورت ہے۔ (بموالہ تحریک ختم نبوت، شورش کشمیری، ص ۹۰) ان مطالبات کو نہ ماننے کے نتیجہ میں عوام الناس میں سخت رد عمل ہوا۔ اب ان مطالبات کے پیچھے صرف مجلس

احرار ہی نہ تھے بلکہ اہل سنت کے تینوں مکاتب فکر بریلوی، اہل حدیث دیوبندی اور ان مکتبہ ہائے فکر کی تمام جماعتیں حتیٰ کہ مسلم لیگ کے بعض دوسرے اور تیسرے درجے کے رہنما بھی حمایت کر رہے تھے۔ پیش پیش تھیں۔ حکومت کی مسلسل لاپرواہی کے نتیجے میں مسئلہ قادیانیت پر آخری غور و خوض کے لئے ۱۸، ۱۷، ۱۶ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں تمام مکاتب فکر کا کنونشن منعقد ہوا۔ لاہور سے بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، مجلس احرار کے صدر ماسٹر تاج الدین انصاری، اور مولانا مرتضیٰ احمد میکش شرکت کے لئے کراچی گئے۔ یہ کوئی معمولی کنونشن نہیں تھا بلکہ مرزائیت کے احتساب کے لئے اس کنونشن میں فیصلہ کن اقدام کا عزم کیا جانا تھا۔ چونکہ یہ سب کچھ احرار رہنماؤں کی مساعی سے ہو رہا تھا لہذا مرزا بشیر الدین محمود نے احرار کے خلاف محاذ قائم کیا ہوا تھا۔ قصر خلافت ربوہ اور مرزائی پولیس افسروں کی ملی جلت سے احرار رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف مقدمات کی بھرمار شروع ہو گئی۔ سنیر انکوائری رپورٹ کے مطابق صوبہ پنجاب میں ۶ مارچ ۱۹۵۳ء سے پہلے ۳۹۰ اجتماعات ہوئے جن میں سے ۱۶ کا اہتمام مجلس احرار نے کیا تھا۔

کراچی کے کنونشن میں بہت سے زعماء نے شرکت کی جن میں سر فرست سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابوالحسنات قادری، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا شمس الحق وزیر معارف و اوقاف، مولانا راجب حسین آف ڈھاکہ، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا ظفر احمد عثمانی، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مفتی محمد شفیع، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور بہت سے دیگر علماء و شائخ، پیران عظام نے شرکت کی، اس کنونشن میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے منشی رویہ کو دیکھ کر راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔ قادیانی فرقے کے کامل مقاطعہ کی تجویز پاس ہوئی۔ چونکہ خواجہ صاحب ظفر اللہ ماں کو برطرف کرنے پر راضی نہ تھے اس لئے ان سے استعفیٰ کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کنونشن کے بعد ملک بھر میں احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ دیوانہ وار تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنی جانیں حضور ﷺ کی ختم المرسلین پر نچاؤ کرنے کے لئے نکل پڑے۔ کراچی میں وزیر اعظم کی کوٹھی پر رضا کار پانچ پانچ کے گروپوں کی شکل میں جا کر پکٹنگ کرنے لگے۔ ادھر ۲۶، ۲۷ فروری کی درمیانی شب مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ماسٹر تاج الدین مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے اگلے روز پنجاب میں احرار کے تمام متعلقین کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ لائل پور، ملتان، راولپنڈی اور منٹگرمی (اب ساہیوال) میں پکڑ دھکڑ اور مار دھار کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ختم نبوت کے فدائین کے مظاہرے بھی شدت اختیار کرنے لگے۔ ان مظاہروں کو تشدد کی راہ پر ڈال کے تحریک کو جلد ختم کرنے کے لئے پولیس نے اپنے سفید پوش اہل کاروں کے ذریعے پولیس پر پتھراؤ کرایا اور اس طرح فائرنگ کی بنیاد رکھی۔ ملتان میں پراسن مظاہرین پر تھانہ کپ سے فائرنگ کی گئی جس سے تین افراد موقع پر اور تین ہسپتال جا کر شہید ہو گئے۔ بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ بہت سی جگہوں پر قادیانی جیپ میں سوار

ہو کر فائرنگ کرتے رہے، انہیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔ قادیانی العقیدہ پولیس افسروں نے اپنے اپنے علاقوں میں مسلمان نوجوانوں کو بے دریغ شہید کیا۔

لاہور میں مال روڈ پر چینیز لنچ ہوم کے سامنے کلمہ پڑھتے ہوئے ۱۵ سے ۲۲ سال کے عمر کے نوجوانوں کی ایک جماعت پر ملک حبیب اللہ سپرنٹنڈنٹ سی آئی ڈی نے گولیوں کی بوچھاڑ کرائی اور دس بارہ نوجوانوں کو موقع پر ہی شہید کرادیا۔

اس تحریک میں بہت سے دردناک اور کرب انگیز واقعات ہوئے..... مولانا عبدالستار نیازی جو اس وقت ایک خوب رو نوجوان تھے اور تحریک میں بڑی پارٹی اور استقلال کے ساتھ حصہ لیا وہ فرماتے ہیں کہ دہلی دروازہ (لاہور) کے باہر چار نوجوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ چاروں کو پولیس نے باری باری نشانہ بنایا۔ مولانا نیازی کے بقول ہمارا ایک جلوس مال روڈ سے اڑتا ہوا لالہ اللہ اللہ کا ورد، نعرہ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد کے نعرے ورد زبان تھے وہاں پر زبردست فائرنگ ہوئی مگر نوجوان سینہ کھول کھول کر سامنے آتے رہے۔ اور جام شہادت نوش کرتے رہے۔ اسی تحریک کے دوران کر فیڈ لگ گیا۔ اذان کا وقت ہوا تو ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا مسجد میں پہنچا اذان شروع کی، ابھی ”اللہ اکبر“ ہی کہہ پایا تھا کہ گولی لگی اور وہ ڈھیر ہو گیا، دوسرا مسلمان آگے بڑھا اس نے ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ سمجھا تھا کہ گولی لگی وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا اس نے ”اشھد ان محمد رسول اللہ“ سمجھا، گولی لگی وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔ پھر چوتھا بڑھا، اس کے بعد پانچواں آیا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہو گئے مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لاہور کا دہلی دروازہ تحریک کا مرکز تھا۔ مجلس احرار اسلام کا مرکزی دفتر بھی۔ یہیں تھا اور یہ علاقہ احرار کا گڑھ تھا۔ وہاں سے کرفیو کے دوران بھی جلوس نکلتے، لوگ دیوانہ وار اپنے سینوں پر گولیاں کھا کر آکاتے نامہ ارمیٹھ کی عزت و ناموس پر اپنی جان قربان کر دیتے۔ ایک دن عصر کے بعد جب جلوس نکلتا بند ہو گئے تو ایک اسی سالہ بوڑھا اپنے پانچ سالہ پوتے کو گود میں لے آیا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا بیٹے نے جیسے باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق زندہ باد کہہ کر جواب دیا۔ دو گولیاں آئیں اسی سالہ بوڑھے اور پانچ سالہ بچے کے سینے سے گزر گئیں دونوں شہید ہو گئے اور تحفظ عزت و ناموس رسالت میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گئے۔

۳ مارچ ۵۳ء کو جب پنجاب میں مارشل لا نافذ ہوا تو سیالکوٹ میں ایک جلوس پر زبردست لاشی جارح ہوا سینکڑوں لوگ زخمی ہو گئے لوگ اس پر سخت مشتعل ہوئے اگلے روز شہر فوج کے سپرد ہو گیا۔ فوج نے فائرنگ شروع کر دی۔ بڑے بازار میں مظاہرین کے سامنے ایک سرخ لکیر لگا دی کہ جو اس لکیر کو کراس کرے گا اڑا دیا جائے گا مگر مسلمانوں نے ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ بلند کیا، کلمہ طیبہ کا ورد کیا اور سرخ لکیر کراس کر گئے۔ اس پر فوج کے بریگیڈر اسے کے اکبر کے حکم سے اندھا دھند گولی چلا دی گئی۔ بیسیوں مسلمان موقع پر شہید ہو گئے اور کئی ایک نے ہسپتالوں میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی، زخمیوں کا کوئی

شمار نہ تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہوئے، اس تحریک میں جو شہید ہوئے ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد دس ہزار ہے۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس سے بھی بڑھ کر شہیدانِ ختم نبوت کی لاشوں پر یہ کیا کہ انہیں کبارے کے سامان کی طرح فوجی ٹرکوں میں لادایا اور چھانگا مانگا کے جنگلات میں لے جا کر جلادیا گیا۔ اس بات کا نکشاف یوں ہوا کہ جب وہاں سے ہڈیاں اور آگ سے بچ رہنے والے خون آلود کپڑے ملے۔ حکومت نے اپنے ریاستی تشدد اور بے پناہ ظلم و ستم سے اس مقدس تحریک کو بے ظاہر ختم کر دیا۔ رضا کاروں اور فدائینِ ختم نبوت کے لئے استقامت و آرائش کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ ساہیوال، ملتان، لاہور، میانوالی، سکھ، کراچی کے جیلیں ختم نبوت کے نام لیواؤں سے بھر گئیں۔ جو رضا کار اس تحریک میں سب سے زیادہ سرگرم تھے ان کے لئے شاہی قلعہ لاہور کے عقوبت خانے انگریزی جبر و استبداد کے بعد اب اپنوں کے ہاتھوں اپنے رنگ دکھا رہے تھے۔ تحریک میں حصہ لینے والوں کے والدین اور ان کے اغراء و اقربا کو اپنے جگر گوشوں کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس تحریک کے سرخیل حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو پہلے سکھ کی بدنام زمانہ جیل میں رکھا گیا جہاں گرمی کی شدت، تمازت و حرارت کی وجہ سے شاہ جی کی صحت گر گئی۔ خوراک میں ریت ملا کر کھلائی گئی۔ بدن پھوٹوں پھنسیوں کی آماجگاہ بن گیا۔ یہیں آپ کو ذیابطیس کا مرض لگا۔ بعد میں لاہور منتقل کر دیا گیا۔ لاہور جیل کی قید کا ایک واقعہ جو بڑا دل نگار و جگر پاش ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی کی ایمانی قوت کا منظر بھی، کچھ یوں ہے کہ لاہور سینٹرل جیل میں شاہ جی کی آمد کی اطلاع جب پہلے سے موجود اسیرانِ ختم نبوت کو ملی تو انہوں نے جیل حکام سے شاہ جی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا، چنانچہ ایک روز صبح جب شاہ جی ناشتہ کر رہے تھے اطلاع دی گئی کہ باہر دوسرے احاطہ میں قیدی آپ سے ملاقات کے لئے بیٹاب ہیں۔ اگر اجازت ہو تو انہیں اندر بلا لیں، بات ابھی مکمل بھی نہ ہو پائی تھی کہ شاہ جی ننگے پاؤں ان قیدیوں کے استقبال کے لئے دیوانہ وار کمرے سے نکل گئے۔ دیوانی احاطہ کے باہر قیدی خرماں خرماں چلے آ رہے تھے، ہسٹکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنڈ اور شاہ جی کا استقبال، ایک عجیب منظر تھا، شاہ جی نے سب کو گلے لایا ایک ایک کی ہسٹکڑی اور بیڑی کو بوسہ دیا۔ پھر آپ نے اشکبار اور غناک لہجے میں کہا

”تم لوگ میرا سرمایہ نجات ہو، میں نے دنیا میں لوگوں کو روٹی اور پیٹ کی خاطر نہیں پکارا، لوگ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں، میں نے تو اپنے نانا حضرت خاتم النبیین ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی دعوت دی ہے اور تم لوگ صرف اور صرف اسی مقدس فریضہ کے لئے قید و بند اور طوق و سلاسل کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہو۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ سیاسی شہرت یا ذاتی وجاہت جس کا مقصود ہو، تم یہاں جیل میں بھی غیر معروف ہو اور جب تم اس دیوار زنداں سے پرے جاؤ گے تو باہر تمہارا استقبال کرنے والا اور گلے میں پھولوں کے بارڈل کر نعرے لگانے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔ نیت اور ارادے کے اعتبار سے جس کی آمد اس مقصد کے لئے ہوئی ہے وہ یہی مقصد لے کر واپس چلا جائیگا۔ میرے لئے اس سے بڑا

سرما یہ افتخار اور کیا ہو سکتا ہے۔"

شاہ جی یہ چند جملے کچھ چلے تو کسی نے ایک قیدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا بھائی گولی کا نشانہ بن چکا ہے۔ اس کے لئے دعا فرمائیں! اس پر شاہ جی نے تحریک کے دوران متشددانہ کارروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا بھائی! ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت یا عوام تشدد پر اتر آئیں اور کوئی ناخوشگوار صورت نمودار ہو جائے۔ میں نے کراچی جیل میں جب لاہور اور دوسرے مقامات پر گولی چلنے کے واقعات سنے اور معلوم ہوا کہ کسی بورسے باپوں کی لاشیاں ٹوٹ گئی ہیں ماؤں کے چراغ گل ہو گئے ہیں۔ اور کئی سہاگ اجڑ گئے ہیں تو مجھے اس کا بڑا صدمہ تھا۔ میں نے وہاں کہا تھا کہ کاش مجھے کوئی باہر لے جائے یا آریاب اقتدار تک میری یہ آواز پہنچا دے کہ تمغہ ناموس رسالت ﷺ کے سلسلہ میں اگر کسی کو گولی مارنا ضروری ہے تو گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کر دی جائے۔ اور کاش! اس سلسلہ میں اب تک جتنی گولیاں چلائی گئی ہیں وہ مجھے ٹھنڈی کر میرے سینے میں پیوست کر دی جائیں۔

شاید آج کی نسل نو کو مذکورہ حالات پڑھ کر حیرت ہو کہ یہ تو کسی جناتی کہانی کے کردار نظر آتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ تحریک مقدس تمغہ ختم نوت کو ریاستی ظلم و تشدد سے کچل دیا گیا۔ وسیع پیمانے پر پکڑ دھکڑ ہوئی، پولیس کو جس کے متعلق ذرا بھی شبہ ہوا کہ اس نے تحریک میں حصہ لیا ہے پکڑ کے اندر کر دیا۔ تحریک کے رضا کاروں نے اپنے گھر بار، مال جان، اہل و عیال، اخرہ واقربا، دکھ سکھ، گرمی سردی، دن رات کی پرواہ کئے بغیر حضور نبی آخر الزماں، قائم المرسلین ﷺ کے ناموس کے تمغہ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے، پنجاب کی سرٹکوں پر اپنا لبو بہا کر عشق و وفا، صبر و رضا کی وہ داستان روشن ولالہ روباہ رقم کی کہ آئندہ اس کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا۔

انہی شہیدانِ ختم نبوت کی یاد میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ربوہ کے سب سے پہلے اسلامی مرکز مسجد احرار میں ہر سال شہداء ختم نبوت کا نفرنس نہایت تزکِ اعتشام سے منعقد کی جاتی ہے۔ جہاں ملک بھر کے مختلف گوشوں سے تعلق رکھنے والے علماء، طلباء و کلاء داخلہ حضرات شہیدانِ ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس سال بھی ۱۶، ۱۷ مارچ کو ربوہ میں مجلس احرار اسلام کی جانب سے یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے ان دینی و قومی مسنوں کو یاد رکھے اور ان کی یاد سے اپنے دلوں کو معمور کر کے اپنے اندر دینی وحدت، محبت اور اخلاص کی صفات کو پیدا کریں اور دینِ حق کے تمغہ کے لئے مرثیے کا جذبہ بیدار کریں۔ آج جبکہ توہین رسالت کے نصرانی مجرم پاکستان میں دندنا رہے ہیں اور حضور کی ختم المرسلین معروضِ خطر میں ہے شہداء ختم نبوت کے ہی جذبہ و اخلاص کی ضرورت ہے۔